قانون ادویات سازی کی دفعہ ۲۷ کا جائزہ

جناب ریاض الحسن نوری صاحب

۱۹۴۰ء میں ڈرگ کا قانون حسب ذیل تھا :

DRUGS ACT,1940

27.Whenever himself or by an other person on his behalf manyfactures for sale.sells, stocks, or exhibits for safe, or distributes any drug in contravention of any of the provisions of this Chapter ir any rule made thereunder shall be punishable with imprisonment which may extend to one year, or with fine which may extend to five hundred rupees, or with both.

یعنی جو شخص خود یا کسی اور شخص کے ذریعے ادویات سازی کراتا ہے۔ یا فروخت کرتا یا کراتا ہے۔ سٹاک میں رکھتا ہے فروخت کے لیے ظاہر کرتا ہے یا کوئی دوائی تقسیم کرتا ہے۔ اور ان کاموں کے دوران اس باب میں دیے گئے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس شخص کو جیل کی سزا دی جائیگی جو کہ ایک سال تک ہو سکتی ہے یا ۵۰۰ روپیہ تک کا جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

پس پرانے قانون کے مطابق مالک خود دوا بنائے یا کسی سے بنوائے۔ خود بیچے یا کسی دوسرے کے ذریعے فروخت کرائے ہر صورت میں سزا مالک ہی کو ملتی ہے۔

لیکن ۱۹۷۶ء میں محکمہ صحت کی طرف سے اس قانون کو بدل کر مندرجہ ذیل قانون نافذ کیا گیا۔ یہ قانون چاہے نیک نیتی سے ہی کیوں نہ نافذ کیا گیا مگر اس کے بعد ادویات کا معیار بھی گر گیا اور جعلی ادویات بھی بننا شروع ہو گئیں کیونکہ اب ذمہ داری صرف مالک پہ نہ رہی بلکہ صنعت میں ملازم ہر کس و ناکس کو بھی ملزم نہیں بلکہ مجرم قرار دے دیا گیا یوں مالک کو یہ کہنے کی چھوٹ مل گئی کہ اب وہ دن گئے کہ میں تنہا تھا اب تو میرے ساتھ جتنے بھی ملازم ہوں گے ان میں سے ہر کس و ناکس بھی میرے ساتھ مجرم سمجھا جائے گا چاہے ان کی تعداد ہزار ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی صورت میں ذمہ داری اتنی تقسیم ہو جاتی ہے کہ بقول شخصے جہاں سب مجرم ہوں وہاں کوئی بھی مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ نئے

قانون کے الفاظ یوں ہیں :

34. Offences by companies, etc. Where the person guilty of an offence under this Act, is a company corporation, firm of institution, every director, partner and employee of the company, corporation, firm or institution shall, unless he proves that the offences was committed without his knowledge of consent, be guilty of the offence

یعنی کمپنیوں وغیرہ کا جرم اگر مجرم کمپنی ۔ کارپوریشن یا فرم یا ادارہ ہو تو اس کمپنی کا ہر ڈائریکٹر، حصہ دار۔ ملازم اس وقت تک مجرم قرار دیا جائے گا جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ جرم اس کی مرضی یا علم کے بغیر کیا گیا ہے۔

منہاج کے شمارے جولائی ۹۳ء میں ہمارا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں ہم نے ان جرم کے دلائل دیے تھے کہ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے کسی کو مجرم سمجھنا یا اسے گرفتار کرنا جائز نہیں۔ اس میں ہم نے محلی کے حوالے سے حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ لکھا جس میں کسی شخص کا تھیلا چوری ہو گیا تھا اور پھر اس شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے مشکوک آدمی کا نام لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس پر وہ شخص بولا کہ میرا بھی یہ ارادہ تھا کہ اسے گرفتار کر کے آپ کے پاس لاؤں اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو گرفتار کر کے لاتے بغیر ثبوت کے ابھی میں سلسلے میں نہ تم کو کوئی حکم لکھ کر دوں گا نہ اس معاملے میں تم سے بات کروں گا اور وہ بہت غصہ میں آ گئے اور اس سلسلے میں نہ مجھے کوئی حکم لکھ کر دیا اور نہ پوچھ گچھ کی۔ پس حضرت عمرؓ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ بغیر ثبوت کے کسی کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔

فقال عمر : أتاتی به مصفودًا بغير بينة لا أكتب لك فيها ولا أسئلك عنها وغضب وما كتب لى فيها ولا سأل عنها فأنكر عمر رضى الله عنه أن يصفد أحد بغير بينة۔

(المحلی : ۱۱ : ۱۳۲ : تحقیق احمد شاکر)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف اس شخص کے اتنا کہنے پر کہ میرا ارادہ تھا کہ اس کو گرفتار کر کے لاتا مگر گرفتار نہیں کیا پھر بھی اس کو اتنی بڑی سزا کیوں دی کہ اس کی چوری کی تفتیش بھی نہیں کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے اس قول سے گویا واضح ہو گیا کہ اس نے اسے

چور قرار دے دیا ہے بغیر ثبوت کے پس اس طرح کسی پر چوری کا الزام لگانا اور کسی کو مجرم قرار دینا ایک لغویات ہے۔

امریکہ سمیت دنیا کے دیگر ملکوں میں بھی جعلی دوائیاں بکتی ہیں اور غلط کام ہوتے ہیں مگر وہاں ان سب غلط چیزوں کا مالک کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور اس کو ہی سزا دی جاتی ہے۔ یعنی شاخوں کو تراشنے کی بجائے برائی کی جڑ پر کلہاڑا چلایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہاں کا حال پاکستان سے بہتر ہے۔

عربی زبان میں قوم کے معنی جماعت کے ہیں یعنی۔ ملک کا سربراہ یا صنعت کا سربراہ یا کاروباری ادارہ کا سربراہ مالک سب پر زعیم کا لفظ فٹ آتا ہے۔

مزید لغت میں 'زعیم' کا معنی 'ضامن' بھی ہے یعنی جو سربراہ ہوگا وہی ہر چیز کا ضامن اور ذمہ دار ہوگا۔ ہر غلط کام کا جرمانہ اسی سے لیا جائے گا۔ سزا بھی اسی کو دی جائے گی۔

قرآن میں بھی زعیم کا لفظ ضامن کے معنی میں آیا ہے۔ اس کا معنی کفیل بھی ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔

سَلهم أيهم بذالك زعيم (۶۸ - القلم: ۴۰)

یعنی پوچھ ان سے کونسا ہے ان میں سے ضامن و رئیس۔

مولانا عبدالرشید نعمانی نے اردو میں لغات القرآن ۶ جلدوں میں لکھی ہے وہ 'زعیم' کے معنی میں لکھتے ہیں کہ۔ زعیم کا معنی ذمہ دار اور ضامن ہے چنانچہ کفیل اور رئیس کو زعیم بولتے ہیں۔

پس قرآن سے ثابت ہوگیا کہ جو کسی ادارہ کا رئیس یعنی مالک یا ڈائریکٹر ہوگا وہی غلطی کا ضامن اور کفیل بھی ہوگا۔

ہدایہ میں بھی یہی چیز ملتی ہے۔ اس کی شرح کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال الله تعالیٰ - وكفلها زكريا - أي ضمها إلى نفسه - اى جعله كافلا وضامنا لمصالحها۔ (شرح فتح القدير: ۷: ۱۶۳، مطبوعہ مصر محمد محمود الحلبی وشرکاہ۔ خلفاء بہ ۱۹۷۰ء)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا الصلاۃ والسلام کی کفالت حضرت زکریا نے قبول کرلی یعنی ان کے ہر قسم کے مصالح کے لیے اپنے کو کفیل۔ ضامن اور ذمہ دار بنا لیا۔ اسی طرح لائسنس لینے والا اپنے کو ذمہ دار بناتا ہے جب کوئی صنعت کا کوئی صنعت کا ادارہ کھولنا چاہتا

سے تو پہلے وہ انڈسٹری کے سرکاری محکمہ کو یقین دلاتا ہے کہ وہ ایمانداری سے کام کو کریگا اور صحیح معیار کو قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کے لیے وہ تمام شرائط پوری کر کے ہر طرح سے حکومتی ادارہ کو اطمینان دلاتا ہے۔ اس کے بعد دیگر محکموں کے پاس جاتا ہے ان کو بھی ایمانداری اور معیار کی تسلی کرا کے خود کو ضامن کفیل اور ہر طرح سے ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔ پھر اگر ادویات کی فیکٹری ہوتی ہے تو وہ محکمت صحت والوں کے پاس جاتا ہے اور اس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ وہی معیار کا ذمہ دار ہوگا۔ محکمہ صحت بھی اس پر کچھ شرائط مزید تسلی کے لیے عائد کر دیتا ہے۔ مثلاً بلڈنگ کیسی ہو۔ علاقہ صاف ستھرا ہو۔ رہائشی علاقہ نہ ہو۔ پھر صحت مند۔ قابل اور تکنیکی علم رکھنے والے کارکن رکھے جائیں۔ تمام ملازمین کا ڈاکٹری معائنہ ہر سال کرایا جائے۔ کسی بیمار کو ملازم نہ رکھا جائے فلاں فلاں آلات بھی موجود ہونے ضروری ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان سب باتوں کے باوجود معیار قائم رکھنے کی سب ذمہ داری اسی مالک پر ہوتی ہے اور بطور سربراہ وہی محکمہ کو اطمینان دلاتا ہے کہ وہی تمام مصالح کا ہر طرح ضامن اور کفیل ہوگا۔ ویسے بھی قرآن کی رو سے بطور رئیس و مالک وہی ضامن اور کفیل بھی ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اسی کو قانوناً بھی ذمہ دار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہی اس کو ادویات بنانے کی اجازت ملتی ہے۔

فقہ اسلامی کی رو سے ضامن مال و جان دونوں چیزوں کا ضامن بن سکتا ہے اور ہر قسم کی گڑبڑ کی صورت میں ضامن وہی ہوگا جس نے ضامن و کفیل ہونے کی ذمہ داری لی ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

الکفالة قسمان: کفالة النفس وکفالة بالمال: فالکفالة بالنفس جائزة عندنا والمضمون بها احضار المکفول به.

(محولہ بالا صفحہ ۱۶۴)

یعنی کفالہ یا ضمانت دو قسم کی ہوتی ہے۔ نفس کی کفالت اور مالی کی کفالت یا ضمانت۔ ہمارے یعنی حنفیہ کے نزدیک نفس کی ضمانت جائز ہے اور وہ ضامن ہوگا کہ جس شخص کے نفس کی ضمانت ضامن نے دی ہے تو اس کو وہ شخص حاضر کرنا پڑے گا ورنہ ضمانت کی وجہ سے اسی کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

ان مثالوں سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ رئیس یعنی مالک صنعت ہی پکڑا جائے گا اگر مال معیار کے مطابق تیار نہ ہو۔ کیونکہ ضمانت اور کفالت کا اسی نے وعدہ کیا ہے۔ اگر کوئی ملازم غلطی کرتا ہے تو مالک اسی کو سزا بطور خود دے سکتا ہے۔ اسے نوکری سے نکال سکتا ہے مگر معیار کی ذمہ داری بہر صورت مالک کی ہوگی کیونکہ لائسنس لیتے وقت معیار کی ضمانت اسی نے دی تھی۔ ملازمین تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ بعض پرمننٹ ہوتے ہیں۔ بعض ٹمپریری اور بعض روزانہ کے حساب سے آتے ہیں اور روزانہ بدلتے رہتے ہیں۔ پس محکمہ صحت اور حکومت کے سامنے ذمہ دار مالک ہی ہوگا۔

بہر حال جو قانون بنانے والے اور قانون لاگو کرنے والے کمپنی کے سربراہ (زعیم وضامن) کے ساتھ ساتھ کمپنی کے تمام ملازمین جن کی تعداد معدودے چند سے لے کر ہزاروں تک بھی ہو سکتی ہے سب کو مجرم قرار دے دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم تم کو اس وقت تک مجرم ہی سمجھتے رہیں گے جب تک کہ تم خود اپنی بے گناہی کا ثبوت عدالت میں آکر نہیں پیش کروگے۔ اور اگر وہ قاصد کو گھر پر نہ ملیں تو ان کے وارنٹ گرفتاری اور پھر بلا ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے جاتے ہیں تو ایسے تمام لوگ اور اس میں اعانت کرنے والے (ABET MENT) کی وجہ سے فاسق فاجر اور سزا کے مستحق ہوں گے جو بہر حال ۲۰ کوڑوں سے ۹۰ کوڑوں تک ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جب اتنے سارے ملازموں کے متعلق مجرم ہونے کا اعلان کر دیا جاتا ہے ان میں سے بہت سے متقی اور پرہیز گار بھی ہوتے ہیں۔ ان سب کو ذہنی کوفت اور ایذا پہنچتی ہے۔ بلکہ یہ قانون ہی ادویات بنانے والی فیکٹریوں کے تمام ملازمین کے لیے ذہنی ایذا کا باعث ہے چاہے ان پر کوئی مقدمہ نہ بھی بنایا جائے کیونکہ وہ امکانی مجرم کے زمرے میں تو آہی جاتے ہیں۔

اس قانون کی وجہ سے ادویہ ساز اداروں کو جو ایذا پہنچ رہی ہے جس کے متعلق قرآن میں یوں اعلان ہوتا ہے۔

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانًا وّ اثمًا مبینًا۔ (الاحزاب:۵۸)

یعنی جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بغیر اسکے کہ انہوں نے غلط کام کیا ہو تو ایسے لوگ بوجھ اٹھاتے ہیں جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کو خبیث یا فاسق یا گدھا کہنے کی سزا کم و بیش بیس یا تیس کوڑے دی جاتی رہی ہے۔

لیکن یہ قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی کرنے والے اور قانون لاگو کرنے والے پاکستان بھر کے کروڑوں ملازمین کو ایذا پہنچا کر بہت ہی بڑا جھوٹ بول رہے ہیں اور عظیم گناہ کما رہے ہیں انکو کیا سزا ملنی چاہیے؟ عام لوگوں کے لئے تو قانون سے لاعلمی کا عذر بن سکتا ہے مگر قانون سازوں کے لئے ہر گز نہیں بن سکتا۔ انکو قرار واقعی سزا دی جانی ضروری ہے تاکہ آئندہ پاکستان میں کوئی قانون ساز ادارہ یا رول بنانے والے افسر قرآن و سنت کی یوں بے قدری نہ کر سکیں اور قران و سنت کے قانون کی یوں دھجیاں نہ اڑا سکیں۔

نبی ﷺ کا بدری صحابی پر مقدمہ چلانا اور حضرت عمرؓ کا انکے قتل کی اجازت طلب کرنا مگر انکی شریک عورت جس نے اجرت پر معاونت کی تھی اسکو بری کر دینا۔ بالکل چھوڑ دینا اور اس پر کسی قسم کا مقدمہ بھی نہ چلانا۔ بلکہ نبی ﷺ کا حکم دینا کہ اسکو چھوڑ دو۔ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ مزدور یا ملازم کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سورہ ممتحنہ کی تفسیر میں روایت آتی ہے:- حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ تینوں آدمیوں کو بھیجا فرمایا (مکہ کے رستے پر) چلے جاؤ روضہ خاخ تک (جو ایک مقام کا نام ہے) وہاں اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی (اس کا نام سارہ تھا) اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ حضرت علیؓ کہتے ہیں ہم تینوں آدمی گھوڑے دوڑاتے چلے ورضہ خاخ ہیں پہنچے تو (سچ مچ، وہاں ایک عورت شتر سوار ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال، وہ بولی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا لے اب خط نکالتی ہے یا ہم تجھ کو ننگا کریں جب تو (مجبور ہو کر) اس نے اپنے جوڑے میں سے ایک خط نکال کر دیا، ہم وہ خط آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر آئے اس کا مضمون یہ تھا حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام پر اور آنحضرت ﷺ کی تیاری وغیرہ کا اس میں ذکر تھا کہ آپ بڑی فوج لے کر آتے ہیں تم اپنا بچاؤ کرو آنحضرت ﷺ نے حاطب سے پوچھا ارے حاطب یہ کیا بات تو نے مسلمان ہو کر کافروں کو مخبری کی؟ حاطب نے عرض

کیا یارسول اللہ ﷺ جلدی نہ فرمائیے، میرا سب قصہ سن لیجیے پھر جو جی چاہے سزا دیجیے، ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز ناطے دار قریش کے کافروں میں ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار مال اسباب محفوظ رہتے ہیں میں نے چاہا کہ جب میرا ناطا ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان ہی کرکے اپنا حق ان پر قائم کروں تاکہ وہ اس کی وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ خدانخواستہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں آنحضرت ﷺ نے (مسلمانوں سے) فرمایا حاطب نے سچ کہہ دیا حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہائیں وہ تو بدر کی جنگ میں شریک تھا اور تجھ کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے (عرش معلی پر سے) بدر والوں کو جھانکا اور فرمایا اب تم کیسے بھی اعمال کرو (تم سے کیسے بھی گناہ ہو جائیں بشرطیکہ کفر اور شرک نہ کرو) میں نے تو تم کو بخش دیا عمر بن دینار نے کہا اسی باب میں آیت اتری

یایھاالذین امنوالاتتخذواعدوی وعدوکم

سفیان بن عیینہ نے کہا میں نہیں جانتا اس آیت کا ذکر حدیث میں داخل ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے۔

(تیسر الباری اردو ترجمہ بخاری مطبوعہ امجد اکیڈمی جلد چہارم ص ۶۹۶)

ابن اسحق نے سیرت النبی ﷺ میں اس واقعہ کو حضرت عروہ بن زبیرؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے صحابی حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے تھے سے سن کر بیان کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ اس عورت کو خط پہنچانے کے سلسلے میں اجرت مقرر کی گئی تھی۔

وجعل لہاجعلا علیٰ ان تبلغہ قریشا

(سیرت النبی مؤلفہ ابن ہشام صفحہ ۳۹۸ جلد دوئم۔ مصر)

مزید اس عورت کے نام اور قبیلہ وغیرہ کے متعلق راویوں نے اختلاف کیا ہے۔

علامہ زرقانی نے مزید تفصیلات دی ہیں وہ لکھتے ہیں:

کتاباوارسلہ الی مکۃ یخبر بذالک) مع امراۃ استاجرہا

آٹھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ اور اصولی امام ابواسحاق الشاطبی کی
شہرۂ آفاق تصنیف

الموافقات فی اصول الاحکام

کی پہلی دو جلدوں کا اردو ترجمہ چھپ گیا ہے۔آفسٹ پیپر پر اعلی
طباعت۔بہترین جلد
قیمت ہر دو جلد پانچ صد روپے (500/) صرف
علماء اور طلبہ کیلئے خصوصی رعایت

ناشر

مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری،
نسبت روڈ، لاہور۔

بدیناروقیل بعشرة دنانیر وقال لھاأخفیه وقال انطلقواحتی تأتواروضه خاخ فان بھاظعینه معھا کتاب الی المشرکین فخذوه وخلو سبیلھا فان لم تدفعه الیکم فاضربواعنقھاانتھی.

ترجمہ: حاطبؓ نے خط بھیجا ایک عورت کے ہاتھ اور اسکی اجرت دینار یا دس دینار مقرر کی اور کہا کہ چھپا کر لے جانا...... نبی ﷺ نے حکم دیا کے فلاں مقام پر اونٹ سوار عورت ملے گی اس سے خط طلب کرنا۔ خط دیدے تو اسکو چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا(شرح العلامہ زرقانی علی المواھب اللدنیہ:۲:۲۹۴،۲۹۵مطبوعہ بیروت)

مولانامودودی نے تفہیم القرآن جلد۵ میں سورۃ ممتحنہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے مذکورہ بالا واقعہ کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

حضرت حاطب کے اس مقدمہ سے جس کی تفصیل اوپر ہم نے نقل کی ہے،اور ان آیات سے جو اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، حسب ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں:

(۱) "قطع نظر اس سے کہ کرنے والے نے کس نیت سے کیا، بجائے خود یہ فعل صریحاً ایک جاسوسی کا فعل تھا،اور جاسوسی بھی بڑے نازک موقع پر سخت خطرناک نوعیت کی تھی کہ حملے سے پہلے بے خبر دشمن کو خبردار کیا گیا تھا۔ پھر معاملہ شبہ کا بھی نہ تھا بلکہ ملزم کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پکڑلیا گیا تھا اس کے بعد کسی ثبوت کی حاجت نہ تھی۔ حالات بھی زمانہ امن کے نہیں زمانہ جنگ کے تھے۔ مگر اس کے باوجود نبی ﷺ نے حضرت حاطب کو صفائی کا موقعہ دیے بغیر نظر بند نہیں کردیا۔ اور صفائی کا موقعہ بھی ان کو بند کمرے میں نہیں بلکہ کھلی عدالت میں برسر عام دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے قوانین اور قواعدوضوابط کی کوئی گنجائش نہیں ہے جن کی رو سے کسی حالت میں حکام کو یہ حق پہنچتا ہو کہ کسی شخص کو محض اپنے علم یا شبہ کی بنا پر قید کردیں۔ اور بند کمرے میں خفیہ طریقے پر مقدمہ چلانے کا طریقہ بھی اسلام میں نہیں ہے۔"

روزنامہ نیوز بابت ۲۵ جون ۱۹۹۳ کے صفحہ ۱۰ کی خبر یوں ہے:

امریکہ میں مقدمہ بازی کالامحدود سلسلہ شروع ہوگیا ہے اگر جلد اسے کنٹرول نہ کیا گیا تو کاروبار ہی بند ہوجائیگا ایک کیس حال ہی میں ہوا ہے۔ایک ہوٹل جو کھلی فضا میں قائم ہے۔ وہاں ایک شہد کی مکھی نے گاہک کو کاٹ لیا۔ مکھی کہیں باہر سے اڑ کر آگئی تھی مالک کی پالی ہوئی نہ تھی اور اتفاق سے جنگلے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جیوری نے اسکا جرمانہ ۳ ملین ڈالر کردیا اور مالک کو حکم دیا کہ وہ یہ رقم گاہک کو دے۔(یعنی ۹ کروڑ روپے سے زیادہ)

یہ معمولی کیس نہ تھا کیونکہ گاہک کو اس کاٹنے سے الرجی ہوگئی اور اسکو فالج بھی ہوگیا۔اس پر رحم کھا کر اتنا جرمانہ کیا گیا کیونکہ جیوری کو معلوم تھا کہ یہ رقم انشورنس کمپنی دیگی جو بہت کمائیاں کرتی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا قول موجود ہے کہ صرف ماہر اور امین شخص کو ملازم رکھا جائے

انّ خير من استاَجرت القوى الامين (القصص: ٢٦)

گویا جو مالک نااہل بے ایمان برے لوگوں کو ملازم رکھتا ہے۔ تو انکی کوتاہیوں کا بھی ذمہ دار ہے۔ یہی بات حضرت علیؓ المرتضیٰ کے بیان سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کے نزدیک غلام اگر مالک کے حکم کے بغیر بھی کسی کو نقصان پہنچائے تو مالک اس حد تک نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ جو غلام کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔ انکے خاص الفاظ یوں ہیں جو فقہ علیؓ اور مسند زید میں اسطرح ملتے ہیں:

ط) جنايهالعبد:كان على يرى ان العبد اذاجنى جنايه دون امرسيده فان سيده لايضمن فى جنايته أكثرمن عينه أوقيمته،قال على:لايغرم سيده أكثرمن ثمنه(قلعه جى:موسوعه فقه علىؑ ص ١٨١مطبوعه دارالفكره دمشق ١٩٨٣)حدثنى زيد بن على عن ابيه عن جده عن على(ع م)قال:فى جنايه العبدلايغرم سيده اكثر من ثمنه ولايبلغ بديه عبدديه حر

(یعنی غلام کے جرم کا ہرجانہ اسی اصول کے تحت اسکے مالک پر غلام کی قیمت سے زیادہ نہیں ڈالاجائیگا(مسند الامام زید:۳۴۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶)

حضور ﷺ نے حاطب کو پکڑا، حاطب کی ملازمہ کو معاف کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے غلاموں کی بجائے غلام کے مالک سے اونٹ کی دوگنی قیمت دلوائی۔ امریکہ میں بھی یہ اصول چل رہا ہے۔

اگر مالک اپنے غلام کو حکم دے اور اکراہ کرے کہ فلاں کو قتل کرو اور وہ مجبوراً قتل کردے تو اس سلسلے میں حضرت علیؓ کا فیصلہ یہ ہے کہ

أماإذا أمره سيده بهذه الجنايه فان أمر سيده له بمثابه الاكراه قال علي كرم الله وجهه"اذاأمر الرجل عبده أن يقتل رجلاً فانماہو كسيفه وسوطه يقتل المولى ويحبس العبد في السجن" (قلعه جي:موسوعه فقه علي: ۱۸۱)

ترجمہ! اگر مالک اپنے غلام کو جبراً کسی کو قتل کرنے کا حکم دے۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ فرماتےہیں کہ اگر ایک شخص اپنے غلام کو حکم دے کےفلاں شخص کو قتل کردے تو اس صورت میں غلام اسکی تلوار یا کوڑے کی مانند ہوگا۔ پس مالک کو قصاص میں قتل کیا جائیگااور غلام کو قید کی سزا دی جائیگی۔

اگر مالک جو حکم دےاپنے ملازموں کو کہ میرا مال ناقص تیار کرو تاکہ مجھے نفع زیادہ ہو تو اس صورت میں تو ملازم اور بھی بے قصور تصور ہونگے کیونکہ وہ کسی غیر کے مال میں اتلاف نہیں کررہے بلکہ خود مالک کے مال کو ناقص تیار کررہے ہیں وہ بھی اسکے حکم پر۔ اگرچہ اخلاقی طور سے یہ بری بات ہوگی۔ لیکن بےروزگاری کے دور میں مزدور کیا کرے۔

مالک کی ذمہ داری نہ کہ مزدوروں یا ساکنوں کی

اگر ایک جگہ لاش ملے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو قسامہ کا اصول لاگو ہوتا ہے خیبر کے سلسلے میں یہودیوں نے ایک مسلمان کو قتل کردیا تھا۔دیت حکومت نے ادا کی تھی۔اس سلسلے میں قسامہ کا مسئلہ مشہور ہے۔ہدایہ میں ہے کہ اگر مقتول کی لاش جامع مسجد یا بڑی سڑک پر ملے تو

پھر قسامہ نہ ہوگا بلکہ دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اسی طرح جیل میں پائی جانے والی لاش کی دیت بھی حکومت ادا کریگی کیونکہ جیل پر بھی حکومت ہی کا کنٹرول ہوتا ہے (دیکھیے نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار للقاضی زادہ وھی تکملۃ فتح القدیر لابن الھمام: ۱۰: ۲۸۶،۲۸۷)

اسی مسئلہ پر امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بہت عمدہ بحث کی ہے۔ باب کا عنوان ہے: باب القسامہ

هل تكون على ساكنى الدار الموجود فيها القتيل أو على مالكها ؟

یعنی جہاں سے لاش ملے اسکی دیت کی ادائیگی اور قسامہ اس جگہ رہنے والوں پر ہوگی یا مالک مکان پر ہوگی۔

پہلے امام صاحب نے خیبر کے واقعہ کو مختلف روایات سے نقل کیا ہے۔ مختصراً عہد نبوی کا یہ واقعہ یوں ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ خیبر آئے۔ یہاں آکر نخلستان میں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کرڈالا۔ جب یہ مقدمہ خدمت نبوی میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ قسم کھاؤ ورنہ پھر یہود سے قسم لو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں اور یہود سے قسم لینے کا کوئی فائدہ نہیں کہ یہ کافر ہیں چنانچہ اس کی دیت خود آپ ﷺ نے ادا کی تاکہ خون رائیگاں نہ جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ مقتول کے اولیاء نے کہا کہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا اور وہ یہود اس سے بڑی بات کی بھی جرأت رکھتے ہیں۔

اب ہم امام طحاوی کے بیان کا آخری حصہ جس میں اصل بحث ہے۔ کا اردو ترجمہ نقل کرتے ہیں؛

ترجمہ! پس نبی ﷺ نے دیت اپنے پاس سے ادا کی۔ اور مقتول کے وارثین کے پاس سو اونٹ بھیج دئے۔

اب امام ابویوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خیبر کی زمین مسلمانوں کی ملکیت تھی کیونکہ انہوں نے فتح کی تھی۔ اور یہود انکے عمال یعنی مزارع یا مزدور تھے۔ پس جب وہاں لاش ملی تو

نبی ﷺ نے قسامہ یہود پر لگایا جو وہاں رہتے تھے یعنی ساکن تھے اور مالکوں پر قسامہ نہیں لگایا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم یہی کہتے ہیں کہ جو مقتول کسی مکان یا زمین میں پایا جائے جہاں کہ ملازم رہتے ہوں یا عاریتاً جگہ لے کر رہتے ہوں تو قسامہ اور دیت وہاں رہنے والوں یعنی ساکنوں پر ہوگی مالک پر نہ ہوگی۔

مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ ایسی حالت میں دیت اور قسامہ مالک پر ہوگی نہ کہ ساکنوں پر۔

ان دونوں کی دلیل (ایک نسخے کے مطابق ان دونوں کے حق میں ہماری دلیل) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے خلاف یہ ہے کہ یہ بات اس حدیث میں ہمیں نہیں بتائی گئی کہ لاش خیبر کی فتح کے بعد ملی یا فتح سے پہلے ملی تھی۔

ایسا ہوسکتا ہے کہ لاش فتح خیبر کے بعد ملی ہو۔ ایسی صورت میں تو ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل میں وزن ہوسکتا تھا۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب فتح نہ ہوئی تھی بلکہ صلح تھی یعنی صلح کے دور کا واقعہ تھا۔

پس اگر واقعہ اس دور کا تھا جب کہ صلح کا دور تھا اور فتح خیبر سے قبل کا واقعہ تھا تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے لیے اس واقعہ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث ابی لیلی بن عبداللہ بن عبدالرحمن میں جو ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ صلح کے دور کا واقعہ تھا۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے انصار سے کہا تھا کہ یا تو یہ لوگ آپکے ساتھی کی دیت دیں یا اعلان جنگ کریں۔ ایسی بات صرف ایسے لوگوں سے کہی جاسکتی ہے جو امان یا عہد میں ایسی جگہ ہوں جہاں مسلمانوں اور ان میں صلح ہو۔ بیشک یہ بات سلیمان بن بلال نے اپنی حدیث میں واضح کردی ہے جو وہ یحیی بن سعید سے روایت کرتے ہیں یہ حدیث یوں ہے:

حدثنا...... کہ عبداللہ بن سہل بن زید اور محیصہ بن مسعود بن زید انصاری نبی ﷺ کے زمانے میں خیبر کی طرف گئے۔ اس زمانے میں ان سے صلح تھی۔ اور وہاں کے رہنے والے یہودی تھے۔ پس دونوں کسی کام کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ پس عبداللہ

بن سھل کو قتل کردیا گیا پھر انکی لاش گڑھے میں پائی گئی پس انکے ساتھی نے انکو وہاں دفن کردیا اور مدینے آگئے۔ پھر مقتول کے بھائی عبدالرحمن بن سھل اور محیصہ اور حدیصہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ کیسے عبداللہ بن قتل کردئے گئے۔

پس بشیر بن یسار کا کہنا ہے کہ صحابی نے انکو بتایا کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ تم پچاس قسمیں کھاؤ کہ ان یہودیوں نے آپکے ساتھی کو قتل کیا ہے تو تمکو خون کا حق مل جائیگا۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہم کیسے قسم کھائیں جبکہ ہم اس وقت نہ موجود تھے اور نہ ہم نے قتل ہوتے دیکھا ہے۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا اگر یہودی پچاس قسمیں کھالیں تو کیا تم ان یہودیوں کو بری قرار دیدوگے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کافروں کی قسم کا کیسے اعتبار کرسکتے ہیں۔

پس بشیر کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے پاس سے انکی اونٹوں کی دیت ادا کردی۔

پس اس حدیث نے ثابت کردیا کہ جس وقت عبداللہ بن سھل قتل کئے گئے تو خیبر میں صلح اور سکون کا دور تھا۔ پس اس چیز سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کو ابو یوسف رحمہ اللہ کے خلاف دلیل مل گئی کیونکہ ثابت ہوگیا کہ خیبر کی فتح اس واقعہ کے بعد ہوئی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ ایک اور دلیل بھی لاتے ہیں جو یوں ہے:

کہ ہم دیکھتے ہیں جو گھر کرایہ پر لیا گیا ہو یا عارےتاً لیا گیا ہو تو اس پر اختیار کرایہ دار یا عاریتاً لینے والے کا ہوتا ہے نہ کہ مالک کا یعنی وہ مالک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ کرایہ دار کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ پس جب قتل ہوتا ہے تو اس وقت بھی وہ جگہ کرایہ دار کے تصرف میں ہوتی ہے مالک کے تصرف میں نہیں ہوتی۔

پس دیت اور قسامہ اسی پر لاگو ہوگی جسکے تصرف میں وہ جگہ ہو یعنی کرایہ دار۔ نہ کہ اس پر لاگو کی جائے جس کے تصرف میں وہ جگہ اب ہے ہی نہیں چاہے وہ مالک ہی کیوں نہ ہو۔

امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل اسکے خلاف یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ قسامہ مالک پر واجب ہوتی ہے نہ کہ ساکن محض رہنے والے پر۔ اسکی مثال اور دلیل یوں ہے:

میاں بیوی ایک گھر میں رہتے ہیں اور دونوں کا اس گھر پر تصرف ہوتا ہے مگر گھر کا مالک خاوند ہے۔ اب اگر اس میں مقتول پایا جائے تو قسامہ اور دیت صرف خاوند کی عاقلہ پر ہوگی اور عورت کی عاقلہ پر نہ ہوگی۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دونوں کا اس پر قبضہ اور تصرف ہے اب اگر اس گھر میں کوئی کپڑا پایا جائے تو ان میں سے کسی کا حق دوسرے سے اس پر فائق نہ ہوگا۔ اگر قسامہ کا فیصلہ اس پر کیا جاتا کہ تصرف اور قبضہ کس کا ہے تو قسامہ کا حکم دونوں پر لاگو ہوتا ہے کیونکہ گھر دونوں کے تصرف میں ہوتا ہے کیونکہ دونوں اس گھر میں رہتے ہیں۔

پس جب اسپر اجماع ہے کہ وجوب خاص مرد پر ہوگا بیوی پر نہ ہوگا کیونکہ مالک مرد ہے۔ پس قسامہ اور دیت اس جگہ کے مالک پر ہوگی جہاں لاش ملتی ہے اس جگہ پر کرایہ دار کے طور پر رہنے والوں پر نہ ہوگی۔

نتیجہ اوپر کی بحث سننے کے بعد بعض لوگ یہ کہینگے کہ اگرچہ امام طحاوی رحمہ اللہ اور آئمہ کے دلائل مسکت ہیں مگر جب مالک اپنے مکان کو کرایہ پر دے کر فارغ ہوگیا تو پھر اس پر ذمہ واری کیسے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعض حالات میں ذمہ واری سے مالک سبکدوش نہ ہوسکیگا۔ مثلاً کسی نیم سرکاری ادارہ کی ملکیت میں ایک دواساز فیکٹری ہے اور وہ نقصان پر چل رہی ہے۔ پھر وہ اس کو زیادہ کرایہ یا ٹھیکہ کے لالچ میں بغیر تحقیق کے ایک مشتبہ شخص کو دیدیتا ہے۔ کیونکہ ادویات سازی کا لائیسنس بہت جتن سے ملتا ہے تو یہی ہوتا ہے کہ مشینری، کوٹھی مع ادویات سازی کے لائسنس کے جو مالک کے نام ہی رہتا ہے ٹھیکہ یا کرایہ پر دیدی جاتی ہے۔ اس صورت میں اگر جرم کا تعین نہ ہوسکے تو پھر قسامہ کے مماثل صورت اگر آجاتی ہے تو ذمہ واری لائسنس جسکے نام ہے اور جو کوٹھی و مشینری کا مالک ہے اس پر لوٹ آئیگی اور قسامہ و دیت لائسنسی اور کوٹھی و مشینری کے مالک کے ذمہ ہوگی۔

مزید ہم دیکھتے ہیں کہ سفید پوش علاقوں کے بعض کوٹھیوں کے مالک غیر ملکی جاسوسی یا دولت کے لالچ میں ایسے لوگوں کو کوٹھی کرایہ پر دیدیتے ہیں جو وہاں ہیروئن کا کاروبار کرتے ہیں بعض قحبہ گری شروع کردیتے ہیں۔ مالک دولت کے لالچ میں ان سب باتوں سے صرف نظر کئے رہتا ہے اور یوں ملک و قوم دشمنی میں مدد ABBETMENT کا مجرم بن

جاتا ہے۔ ایسی تمام صورتوں میں مالک پر ذمہ واری ڈالی جانی چاہیے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہی نہیں بلکہ مصالح مرسلہ کا تقاضا بھی یہی ہے۔

ادویات سازی کی دنیا کا ایک واقعہ یہ بھی ظہور پذیر ہوچکا ہے کہ ایک نیم سرکاری ادارے نے ادویات سازی کی اپنی ملکیتی فیکٹری کرایہ و ٹھیکہ پر جس شخص کو لالچ میں آکر دیدی وہ اس میں زیادہ تر وہی ٹنچریں بناتا ہے جو شراب کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

ان میں سے بعض ٹنچروں کے سلسلے میں نہ صرف ان فیکٹریوں کے کوالٹی کے ادارے بلکہ حکومتی کوالٹی کنٹرول کے ادارے بھی ایک طرح سے تعاون کرتے ہیں۔ مثلاً سونٹھ کی ٹنچر اگرچہ ہاضمہ کی مکسچروں میں استعمال ہوتی ہے۔ مگر ذرا تیز ہوتی ہے۔ پس فیکٹری مالکان اس کی تیاری میں مقررہ مقدار سے کم سونٹھ ڈالتے ہیں۔ ٹسٹ میں صرف الکوحل کی مقررہ مقدار کو ٹسٹ کرکے پاس کردیتے ہیں۔ فارما کوپیا میں بھی یہی ٹسٹ دیا ہوا ہے لیکن فارمیسی کی دوسری کتابوں میں خاص سونٹھ کی مقدار کا تجزیہ کرنے کے لئے ٹسٹ موجود ہیں۔ اسی سلسلے میں سونٹھ کے جزو خاص جسکا نام جنجیرول Zingerol ہے۔ اسکی مقدار ٹسٹ کی جاتی ہے۔ سونٹھ میں تیزی اور مرچیں اسی کی مرہون منت ہیں۔ اور اصل دوا جو کام کرتی ہے وہ بھی یہی ہے جو سپرٹ اس میں پڑتی ہے اسکا کام تو محض اس دوا کو مائع کی شکل میں سڑنے سے محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ مزید معلوم ہو کہ فارما کوپیا میں خالص سونٹھ کا سفوف بھی موجود ہے اور اسکا خشک حالت میں استعمال بھی ہوتا ہے پس کتنے تعجب کی بات ہے کے سونٹھ کی ٹنچر میں اصل دوا جو ہے اسکی مقدار نہ صنعت کار ٹسٹ کرتے ہیں اور نہ سرکاری لیبارٹریاں اور نہ سرکاری محکمہ پرائیویٹ اداروں کو اس کی مقدار ٹسٹ کرنے کا پابند بناتے ہیں۔ لیکن کسی صنعتی ادارہ کو کرایہ یا ٹھیکہ پر دینا تو زیادہ عام نہیں مگر عام طور پر جو مالک خود ادویات بناتا ہے یا ملازم رکھ کر بنواتا ہے سب کام اسکے زیر نگرانی اور انڈر کنٹرول ہوتا ہے اس لئے وہی مکمل طور پر ضامن و ذمہ وار ہوتا ہے۔ اس حالت میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین بلکہ تمام آئمہ کے نزدیک وہی مالک ہی ذمہ وار ہوگا۔

الزعیم غارم یعنی مالک اور رئیس ہی ہر طرح سے ہر بات کا ضامن ہوگا اور یہی اصول چل رہا ہے۔ حتی کہ انکم ٹیکس فراڈ میں جس میں تمام اکاونٹ کا عملہ اور سیلز کا عملہ بھی شریک ہوتا ہے اس میں بھی امریکہ میں مالک ہی کو ذمہ وار ٹھیرایا جاتا ہے اور اسی پر جرمانہ کیا جاتا ہے اور جیل میں بھی اسی کو بھجاجاتا ہے۔ امریکن ہفتہ وار رسالہ ٹائم بابت ۱۲ اگست ۱۹۹۳ء پر ایک مضمون چھپا ہے جسکے سب سے اوپر دھوکہ یعنی Fruad لکھا ہے۔ نیچے عنوان ہے

بالائی نکالنا یعنی Skimming Cream اسکے نیچے یوں عنوان ہے

امریکن اشیاء خوردنی فروخت کرنے والاعوامی ہیرو ایک بہت بڑے فراڈ کے جرم کا اقبال کرتا ہے۔ Stew Leonard نے امریکہ کے کامیاب ترین سٹوروں میں امریکہ کی تاریخ میں سب سے بڑے ٹیکس فراڈ کے جرم کا اقبال کرلیا۔ ۲لاکھ گاہک جو ہر ہفتہ یہاں آتے ہیں وہ اس فراڈ پر یقین نہیں کرنا چاہتے۔ کمپنی کے تیرہ سو مسکراتے ہوئے ملازم پچھلے دور کو واپس لانے کے خواہش مند ہیں جبکہ کمپنی کے افسران بیسویں صدی کے اس عظیم جرم کو کامیاب کرنے میں مصروف ہیں۔

دراصل ایک ایسا کمپوٹر سسٹم بنایا گیا جس میں ہر چیز کی بکری کم دکھائی گئی اور ۱۹۸۰ کے دہائے میں ۱۷ملین ڈالر ٹیکس کے بچائے گئے اور صحیح کمپوٹر ٹیپ جن میں صحیح حساب کتاب تھا انکو ختم کردیا گیا۔ مزید ٹیکس بچانے کےلئے گاہکوں سے بعض اشیاء کی قیمت نقد وصول کی جاتی رہی۔ سب کمائی گن کر ایک خاص نالی کے ذریعے نیچے تجوریوں میں بھیج دی جاتی اور اصل کمپیوٹر پروگرام ۱۹۸۲ کی ایک بزنس ڈائرکٹری کو خالی کرکے اس میں چھپادیا جاتا۔

لیونارڈ جو ۵ سال تک کی جیل کا سزاوار ہے۔ اسنے پیش کش کی ہے کے ۱۵ملین ادا کرنے کو تیار ہے۔

مزید یہ بھی پتہ چلا ہے کہ خوراک کے سینکڑوں پیکیٹوں کا وزن کم رکھ کر بیچا جاتا رہا ہے۔ بہت سے گریجویٹ جو وہاں کام کرتے ہیں کہتے ہیں کے ہم اپنے نظریات اپنے سٹاف کو بھی سمجھانا ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ ہر شخص بالائی اتارے۔

اگرچہ مذکورہ بالا بے ایمانیوں میں ملازمین بھی ملوث ہیں مگر حکومت کو ۱۳۰۰ یا زیادہ ملازمین سے کوئی غرض نہیں بلکہ حکومت صرف مالک ہی کو قید یا جرمانہ کی سزا دینا چاہتی ہے کیونکہ سب بے ایمانی اور فساد کی جڑ مالک ہی ہوتا ہے۔ اسکی مرضی سے ہی سب کچھ ہوتا ہے اور وہی سب کو غلط راہ پر ڈالتا ہے۔ پس وہاں حکومت جڑ کو اکھیڑتی ہے شاخوں سے غرض نہیں ٹیکس چوری اور ڈبل اکاونٹ کا علم تو کمپنی کے بیشتر افسران و ملازمین کو ہوتا ہے۔ مگر حکومت ان سے کوئی پرسش نہیں کرتی۔ جبکہ دوا میں تو مالک کسی وقت بھی خاص کر بھرائی کے نصف آخر میں پانی ملا کر دوا میں اضافہ کر دیتا ہے جسکی سوائے مالک یا خاص ملازم کے جو معمولی ورکر بھی ہوسکتا ہے کسی کو بھی علم نہیں ہونے دیا جاتا۔ پس دوا کے سلسلے میں ذمہ واری تمام کی تمام مالک ہی کی ہوتی ہے اور سارا نفع بھی اسی کی جیب میں چلا جاتا ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق کا جدید دور میں اطلاق

نتیجہ اوپر کی تمام بحث سننے کے بعد لوگ یہ کہینگے کہ اگرچہ امام طحاوی نے بحث کر کے امام ابو یوسف اور انکے ہم خیالوں کو لاجواب کر دیا ہے اور دلائل بھی بہت عمدہ دئے ہیں لیکن سوال اٹھتا ہے کہ ایک آدمی اپنا مکان کرایہ پر دے کر کسی دوسرے شہر چلا جاتا ہے یا ملک سے ہی باہر چلا جاتا ہے تو بھلا اب وہ کیسے اس مکان میں لاش پائے جانے یا جرم واقع ہونے کا ذمہ وار ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو اس مقام سے کوسوں دور بیٹھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ذمہ واری پھر بھی مالک پر آجائے گی، اسکی مثال یہ ہے کہ مالک اپنا مکان زیادہ کرائے کے لالچ میں ایک مشتبہ شخص کو بغیر تحقیق کے کرایہ پر دیدیتا ہے۔ اب خدائی حکم یہی ہے کے اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی مخلوق سے بھی محبت کرو۔ لالچ ہرگز نہ کرو۔ قرآن کا آخری حکم یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جنکو خود تنگی ہوتی ہے مگر وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے ہی ایک واقعہ پر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت اتری:

یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ.

یعنی وہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں۔

اسی اصول کے پیش نظر نبی ﷺ پر بھی زکاۃ فرض نہ ہوئی اور آپ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو تھوڑے سے جو طاق میں رکھے تھے اور آپکی زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی تھی۔ آپکی حدیث مشہور ہے۔

حب الدنیا رأس کل خطیئة

یعنی دنیا کی محبت سب برائیوں کی جڑ ہے۔ الدین النصیحۃ: دین نصیحت کا نام ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جرائم پیشہ لوگ۔ غیر ملکی جاسوس کراچی لاہور کے خوش پوش علاقوں میں کوٹھیاں کرایہ پر لیتے ہیں۔ اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہے کہ بہت سی بڑی کوٹھیوں میں قحبہ گری بھی ہوتی ہے۔ پڑوسی کڑھتے ہیں مگر کچھ نہیں کرسکتے۔ ایسی صورت میں کوٹھی کا مالک ذمہ واری سے نہیں بچ سکتا۔

خاص ادویات کا مسئلہ لیجیئے۔ اسکا امکان ہے کہ ایک نیم سرکاری ادویات کی فیکٹری ہو اور وہ عام سرکاری صنعتی اداروں کی مانند نقصان پر چلتی ہو اور پھر حکومت یا نیم سرکاری ادارہ اس ادویات کی فیکٹری کو ٹھیکے پر دیدے۔ اس صورت میں مالک کو کوٹھی اور وہاں مشینری وغیرہ کا بھاری کرایہ مل جاتا ہے۔ اور پھر سب سے قیمتی ادویات سازی کا لائسنس ہوتا ہے۔ لائسنس اور کوٹھی کو کرایہ پر لینے والا اس میں ٹنچر سپرٹ بناتا ہے جو عام طور سے شراب کی جگہ استعمال ہوتی ہیں مثلاً سونٹھ کی ٹنچر۔ سنترے کے چھلکوں کی ٹنچر وغیرہ وغیرہ۔ جن میں پانی ملا کر آسانی سے شراب کی جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ وغیرہ کا فیصلہ ہی لاگو ہونا چاہیے۔ حنفیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ امکانی مسائل کو بھی فرض کرکے ان پر اپنی رائے قلم بند کردیا کرتے تھے جبکہ دوسروں کا اس پر عمل تھا کہ جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آئے اس وقت تک نہ فتویٰ دیا جائے اور نہ ہی رائے بیان کی جائے بلکہ اسکو اس وقت کے علماء کی رائے پر چھوڑ دیا جائے جبکہ درحقیقت ایسا واقعہ پیش آجائے اس معاملہ میں ہماری اب تک رائے حنفیوں کے طرز عمل کے خلاف تھی مگر امام طحاویؒ (رحمتہ اللہ علیہ) کی مذکورہ بحث کے بعد اب ہماری رائے بدل گئی ہے۔

اب تو معلوم نہیں البتہ چند سال پہلے تک ایک مثال موجود تھی کہ ایک نیم سرکاری ادارہ نے اپنی ملکیت کی ادویات سازی کی فیکٹری کو ٹھیکہ اور کرایہ پر دے رکھا تھا۔ جسکا کرایہ دار و ٹھیکہ دار اس میں خاص طور سے وہی ٹنچریں بناتا تھا (شاید بناتا ہے) جو زیادہ تر شراب کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

اس خاص صورت میں مفتی بہ قول وہی ہے جو امام ابو حنیفہ امام محمد اور امام طحاوی کا فیصلہ ہے۔ اس مثال سے ہمیں حنفیہ کے طرز عمل کی داد دینی پڑتی ہے جو آیندہ کے ایسے فرضی واقعات پر بھی فتوے دے گئے جو ابھی تک پیش نہیں آئے تھے۔ آج کے زمانے کے علماء کے لئے اس دقت نظری سے بحث کرنا ممکن نہ تھا جو امام طحاوی نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر دکھائی ہے۔ اور ادویات کی فیکٹری کو کرایہ پر دینے کی صورت میں انکی رائے قول فیصل ہے جسکے مطابق امریکہ میں بھی آجکل عمل ہو رہا ہے۔

غلام یا نوکر کے جرم کا تاوان مالک پر

قرآن کی سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۷۸ سے ہمیں اشارہ ملتا ہے کہ جس طرح بکریاں جو نقصان کریں اسکا ہرجانہ مالک کو دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر غلام کسی کو زخمی کریں۔ کسی کا مال اڑالیں تو جرمانہ مالک کو ہوگا۔ یعنی اسی کی ذمہ واری ہوگی غلام کو سزا نہ دی جائیگی۔ موطا امام مالک میں ہے:

(غلام کسی کا نقصان کریں یا کسی کو زخمی کریں تو کیا حکم ہے)

قال یحییٰ: سمعت مالکا یقول: السنہ عندنا فی جنایہ العبید أن کل ماأصاب العبد من جرح جرح بہ انساناأوشئی اخلتلسہ أوحریسہ احترسہا أوثمر معلق جذہ أوافسدہ أوسرقہ سرقہا لاقطع علیہ فیہا ان ذلک فی رقبہ العبد لایعدو ذلک،الرقبہ قل ذلک أوکثرفان شاء سیدہ أن یعطی قیمہ ماأخذغلامہ،أوأفسدأو عقل ما جرح أعطاہ وأمسک غلامہ وان شاء أن یسلمہ،أسلمہ ولیس لمیہ شی٠غیر ذلک فسیدہ فی ذلک بالخیار

کہا مالک نے ہمارے نزدیک غلام کی جنایت میں سنت یہ ہے کہ غلام کسی شخص کو زخمی کرے یا کسی کی چیز اڑالے یا کسی کا میوہ درخت سے کاٹ لے یا چرالے جس میں اس کا ہاتھ کاٹنا لازم نہ آئے تو غلام کا رقبہ (گردن، آزادی یا غلامی) اس میں پھنس جائے گا مولٰی (مالک) کو اختیار ہے چاہے ان چیزوں کی قیمت یا زخم کی دیت ادا کرے اور اپنے غلام کو رکھ لے چاہے اس غلام ہی کو صاحب جنایت کے حوالے کردے غلام کی قیمت سے زیادہ مولٰی (مالک) کو کچھ نہ دینا ہوگا اگرچہ اس چیز کی قیمت یا دیت اس کی قیمت سے زیادہ ہو۔

مدبر۔مکاتب۔ام ولد فیکٹری ملازم کے مشابہ ہے۔

اگر غلام ایسا ہو کہ جس کے مالک نے اسے مدبر کردیا ہو یعنی یہ اعلان کردیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا لونڈی ام ولد ہو یعنی مالک سے اسکو اولاد ہو چکی ہو اور اب وہ قانوناً دوسرے کو بیچی نہ جاسکتی ہو۔ گویا غلام یا لونڈی جو تقریباً آزاد ہی ہوں مگر مالک کے زیردست اور کنٹرول میں ہو تو انکے جرم کرنے یا زخمی کرنے کی ذمہ داری بھی مالک ہی کی ہوگی اور وہی انکے جرم کا ہرجانہ یا جرمانہ ادا کریگا یہ حنفیہ کی بھی رائے ہے اس سلسلے میں ہم ہدایہ کی درج کردہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ جسکو ہم زیلعی سے نقل کررہے ہیں ویسے ہدایہ میں ہے کہ غلام کی عاقلہ اس کا مالک ہوتا ہے اب واضح ہے کہ فیکٹری ملازم مدبر اور مکاتب کے بالکل مشابہ ہے کیونکہ ان میں آزادی جاری ہوچکی ہوتی ہے۔ اور فیکٹری ملازم آزاد مگر مالک کے ماتحت ہوتا ہے جیسے مدبر ومکاتب

فصل فی جناية المدبر،وأم الولد

قوله: روی أن أباعبیدة قضی بجنایة المدبر علی مولاہ قلت:رواہ ابن ابی شیبة فی"مصنفه"حدثناوکیع عن ابی ذئب عن ابن محمد بن ابراہیم التیمی عن أبیة عن السلولی عن معاذبن جبل عن ابی عبیدة بن الجراح،قال:جنایة المدبر علی مولاہ،انتہی،وأخرج نحوہ عن النخعی والشعبی،وعمر بن عبدالعزیز،والحسن رضی

اللہعنہم أجمعین. (نصب الرایہ: ۴: ۳۸۹)

یعنی حضرت ابوعبیدہ علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے ایسے غلام کے معاملے میں جسکو مالک نے مدبر کردیاہو یعنی اعلان کردیاہو کہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہوگا یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ کسی کو زخمی کریگا تو اسکا ضمان۔ ہرجانہ۔ جرمانہ یادیت مالک کے ذمہ ہوگی۔ اور مالک اسے ادا کریگا۔

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے معاذ بن جبل کے واسطے سے حضرت ابو عبید بن جراح علیہ السلام سے روایت کیا اور کہا کہ مدبر غلام کی جنایہ بھی مالک پر آئیگی۔ اس قسم کی رائے امام نخعی (امام ابو حنیفہ کے استاذ الاساتذہ) امام شعبی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور حسن علیہ السلام سے بھی روایت لی گئی ہے۔ یعنی یہ ان سب کی متفقہ اور اجماعی رائے ہے یہ حدیث ہدایہ میں سے کی گئی ہے۔ پس حنفیہ کا بھی اسپر اجماع ہے۔

غلام ھبہ کردیا جب بھی دیہ مالک کے ذمہ ہوگی۔ چنانچہ امام نخعی فرماتے ہیں:

وان كان الجانى عبدا ،وكانت جنايته موجبة للمال، كان ضمانهاعلى سيده (٣) ؛والمكاتب ،والمدبر ،وأم الولد كالعبد(٤)فى ذلك،قال النخعى فى العبد يجنى جناية قتل خطأثم يعتقه مولاه وهويعلم ذلك،أويبيعه أويهبه:ان على مولاه الدية(٥)(موسوعة فقه ابراهيم نخعى بقلم محمد رواس قلعه جى: ٢: ١٣٣ مطبوعه ١٩٧٩ء)

یعنی اگر جرم کرنے والا غلام ہے اور جرم مالی جرمانہ عائد کرنے والا ہے تو جرمانہ مالک پر عائد کیا جائیگا۔ اس سے مکاتب۔ مدبر۔ ام ولد بھی غلام کی مانند شمار ہونگے۔ امام نخعی کہتے ہیں کہ اگر غلام قتل خطا کا مجرم ہے۔ پھر مالک اسے آزاد کردیتا ہے اور مالک کو قتل کا علم ہوتا ہے پھر یا مالک غلام کو بیچ دیتا ہے۔ ہر صورت میں دیۃ اس مالک کے ذمہ ہی ہوگی گویا قتل خطا میں بھی اگر ملازم فیکٹری سے نکال دیاجاتا ہے یاوہ چلاجاتا ہے تو بھی دیۃ فیکٹری مالک کے ذمہ ہوگی۔ اگر قتل نوکری کے دوران ہوا تھا۔

اس سلسلے میں ہمیں تائید میں سنن بیہقی اور مصنف عبدالرزاق میں اور کنزالعمال میں حضرت عمرؓ و دیگر اصحاب کی آرا مزید ملتی ہیں مگر ہم اختصار کے لئے امام محمد کی کتاب الآثار مترجم ص ۲۲۱ طبع کراچی سے احادیث نقل کرتے ہیں جو بہت واضح ہیں

مکاتب اور مدبر اور ام الولد کی جنایت کا بیان

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان جنایۃ المکاتب والمد بروام الولد علی المولے قال محمد وبہ ناخذالا ان نری جنایۃ المکاتب علیہ فی قیمتہ یکون علیہ اقل من ارش الجنایۃ ومن قیمتہ واماالمدبرو ام الولد فعلےالمولےالاقل من ارش جنایتہا و من قیمتہا وہو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہعلیہ محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم فی ام الولد والمعتقۃ عن دبر یجنیان قال یضمن سیدھما جنایتہما لان العتاقۃ قد جرت فیہمافلا یستطیع ان ید فعہما ولاتعقد بہماالعاقلہ لانہما مملوکان قال محمد وبہذاناخذ وھو قول ابی حنیفۃ.

ترجمہ حماد سے روایت ہے کہ ابراھیم نے کہا کہ مکاتب اور مدبر اور ام الولد کی جنایت مالک پر ہے۔ یعنی اگر کوئی قصور کریں تو ان کا تاوان ان کے مالک پر آوے گا امام محمد نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ جنایت مکاتب کی اس پر اس کی قیمت میں ہے یعنی اس کی دیت اور قیمت دونوں میں جو کم ہو وہ دی جاوے اور مدبر اور ام الولد پس ان کا ڈانڈا مالک پر ہے دیت جنایت اور قیمت میں جو کم ہو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

ابراہیم سے روایت ہے کہ ام ولد اور مدبرہ آزاد کردہ کے بیان میں کہ دونوں جنایت کریں، کہا کہ انکی جنایت کا ضامن مالک ہوگا اس واسطے کہ آزادی ان دونوں میں جاری ہوچکی ہے بس نہیں طاقت رکھتا یہ کہ دفع کرے ان کو طرف ولی مقتول کے اور نہیں آتی دیت ان

کی عاقلہ پر اس واسطے کہ وہ دونوں غلام ہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

اب خالص عربی کتاب کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

٥٨٥ .محمد قال:أخبرناأبو حنيفه عن حماد عن ابراهيم في أم‌الولد والمعتقة عن دبر تجنيان قال:يضمن سيدهما جنايتهما ؛لأن العتاقة قد جرت فيهما ،فلا يستطيع أن يدفعهما ،ولاتعقلهما العاقلة؛لأنهما مملوكان قال محمد: وبهذانأخذ،وهو قول أبي حنيفة رحمه اللّٰہ تعالىٰ

(امام محمد:كتاب الاثار:١٢٧ مطبوعه اشرف منزل د/٣٧ ٤ گارڈن ایسٹ کراچی ١۴٠٧هـ)

مذکورہ بالاحدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حماد سے اور حضرت امام نخعی رحمۃ اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں کہ اگر غلام مدبر کردیا ہو تو گویا آزادی اسپر جاری ہوچکی ہے۔ایسا شخص اگر گھر سے باہر میلوں دور بھی جنایۃ کا مرتکب ہوگا اس جنایۃ میں بقول امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ قتل خطا بھی شامل ہے تو دیت یا تاوان جو بھی ہوگا وہ مالک پر ہی عائد ہوگا۔ مزید آپ امام نخعی کا قول سن چکے ہیں کہ اگر غلام جرم کرے چاہے قتل ہی کیوں نہ ہو تو اگر مالک غلام کو اسکے بعد آزاد کردے چاہے ھبہ کردے دیت یا ضمان جو بھی ہوگا وہ پھر بھی مالک کو دینا ہوگا چاہے قتل کتنی ہی دور کیا جائے۔ اس میں یہ کوئی شرط نہیں کہ جنایۃ مالک کی مملوکہ زمین ہی میں ہو یا اسکے گھر یا دفتر میں ہو یا کرایہ کے گھر میں ہو یا بازار میں ہو۔یہی حکم مدبر مکاتب اور ام ولد کا ہے۔

لیکن دوا سازی کے فیکٹری میں جرم جو ملازم بھی کرتا ہے تو وہ بہر حال مالک کی فیکٹری میں کرتا ہے جو کہ مالک کے مکمل کنٹرول میں ہوتی ہے۔ مالک ہی کا حکم اس میں چلتا ہے۔انتظام وانصرام اعلیٰ اسی کا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تاوان یا دیت جو بھی ہو اسکی ذمہ واری مالک پر زیادہ قوت اور یقین سے عائد ہوگی۔ جس طرح کہ مدبر یا مکاتب کو مالک

مقتول کے ولی کو سپرد کرنے کا حق یا طاقت نہیں رکھتا اسی طرح اگر اسکا ملازم جنایۃ یا قتل خطا کا مرتکب ہو تو مالک اسے پولیس کے حوالہ نہیں کرسکتا بلکہ اسکو لازم ہے کہ وہ خود دیت یا تاوان ادا کریگا۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

دوسری بات جو دواسازی کی صنعت سے خاص ہے وہ یہ کہ بین الاقوامی قوانین ادویہ سازی جسکا پاکستان بھی پابند ہے اور جسکی گارنٹی فیکٹری کا مالک لائسنس لیتے وقت دیتا ہے وہ اس قسم کے ہیں کہ قدم قدم پر چیکنگ ضروری ہوتی ہے۔ مگر مالکان پیسہ بچانے اور زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی ہوس میں ماہرین مطلوبہ تعداد سے کم رکھتے ہیں کاریگروں کو زیادہ تیزی کے کام کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال بنانے پر مجبور کرتے ہیں جسکی وجہ سے ادویات میں نقص رہ سکتا ہے۔ اگر مالکان کوالٹی میں دلچسپی لیں اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے میں اندھا دھند احکام جاری نہ کریں تو غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا اگر اتفاقاً کہیں بھول چوک ہو بھی جائے تو اگلے قدم پر وہ پکڑلی جاتی ہے۔ جب ہم اسکا بیان آگے تفصیل سے کریں گے تو بات مزید واضح ہوجائیگی کے کم از کم دواسازی میں تمام ذمہ واری مالک ہی پر آتی ہے۔

ایک اہم نکتہ: غلام یا مکاتب کی جنایۃ کی ذمہ واری مالک پر ایک تو مالک ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے دوسرے غلام یا مکاتب ہونے کی وجہ سے عاقلہ بھی مالک ہی ہوتا ہے۔ پس اسکی قتل خطا کی ذمہ واری مالک پر بطور استحان وقیاس وغیرہ کے آتی ہے مگر جہاں تک فیکٹری کے مالک کا تعلق ہے تو اسکا معاملہ غلام کے مالک سے زیادہ شدید وقوی طور سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ مالک نے اس بات کی ضمانت دی ہوتی ہے اور اسی شرط پر لائسنس لیا ہوتا ہے کہ وہ خود ہی اس بات کا ذمہ وار ہوگا کہ ادویات معیار کے مطابق ہونگی۔ اگر کہیں وہ یہ کہ دے کہ میں معیار کی ذمہ واری نہیں لیتا۔ میرے ملازم اسکے ذمہ وار ہونگے اسکو ہرگز لائسنس ہی نہ ملیگا۔ پس اور کسی چیز کی فیکٹری کا مالک اس شدت سے معیار کا ذمہ وار ہو یا نہ ہو مگر ادویات سازی کی فیکٹری کا مالک یعنی لائسنسی Licencee ہی اکیلا معیار کا ذمہ وار ہوگا اور ہر غلطی کا جو عمداً یا خطأً ہو وہی ضامن ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی اصول امریکہ میں چل رہا ہے۔ پرائیویٹ کمپنیاں

ہوں یا سرکاری محکمے سب کا اسی پر عمل ہے۔ ہم اس سلسلے میں حوالہ دے چکے ہیں کہ اگر وزن اٹھانے والی مشین کا چلانے والا لاکر روم میں نیم عریاں تصویر لگادیتا ہے تو اسکی سزا بھی مالک ہی کو ملنی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلے میں ہم فقہ علیؓ اور مسند امام زید کا حوالہ دے چکے ہیں اگر غلام مالک کے حکم کے بغیر بھی جنایۃ کریگا تو تاوان مالک پر عائد کیا جائیگا (فقہ علیؓ: مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۹۸۳)

مگر دوا ساز کمپنی میں تو سارا کنٹرول مالک کا ہوتا ہے۔ آخری حکم اور اختیار مالک ہی کا ہوتا ہے۔ پس مکمل سزا اور تاوان مالک ہی کے حصے میں آئیگی کیونکہ لوگ اگر تھے بھی تو بطور آلہ کے تھے۔

اب ایک اور چیز بھی مزید قوت سے سامنے آگئی۔ وہ ہے حکومت کے محکموں کا کردار۔ کیونکہ ۱۹۷۶ کے بعد سے نہ صرف حکومت ادویات سازی کا لائسنس دیتی ہے بلکہ ہر ہر دوا بنانے کی خاص طور سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ حکومت پہلے اطمینان کرتی ہے کہ فلاں دوا فلاں کمپنی بنا سکتی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کمپنی کی بنائی ہوئی دوا کا نمونہ منگا کر ٹسٹ کرنا بھی حکومت پر لازم ہے لیکن ابھی ہم اس مسئلہ کو نہیں چھیڑتے اس پر بعد میں گفتگو ہوگی ابھی یہ سن لیجئے کہ اب مغربی دنیا میں مالک کو اس بات کا بھی ذمہ وار ٹھرا دیا گیا ہے کہ وہ صحت مند ماحول بھی اپنے ملازموں کو مہیا کرے۔ مثلاً اگر مالک سگریٹ نہ پینے والے ملازمین کو سگریٹ پینے والے ملازمین کے دہویں سے کماحقہ محفوظ نہیں رکھ سکتا تو اسکا تاوان۔ ضمان۔ جرمانہ مالک کو دینا ہوگا۔

مثلاً آسٹریلیا سڈنی میں ایک خاتون کو اس سلسلے میں ۸۵ ہزار آسٹریلین ڈالر کا تاوان دلوایا۔ خاتون کا کہنا تھا کہ ۱۲ سال دوسروں کا پیدہ کردہ دھواں سونگھنے سے اسکا دمہ کا مرض بڑھ گیا ہے۔ پہلا کیس ہے کہ کسی ملازم نے مالک کے خلاف دھوین سے پاک ماحول نہ مہیا کرنے پر کامیابی سے مقدمہ جیتا کہ اتنا بھاری تاوان وصول کیا۔ پوری خبر کے لئے ملاحظہ فرمائیں: دی نیوز انٹرنیشنل لاہور بابت ۱۸ نومبر ۱۹۹۳ء ہم اسکے خاص حصہ کا فوٹو پیش کر رہے ہیں۔